شاہ فخر الدین دہلویؒ اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے منتخب نظریات کا تقابلی جائزہ

رخشندہ جبیں*

رضیہ شبانہ**

Abstract

Sofis played an immense and important role in the history of Indian Subcontinent.. Today's historian wonders how Muslims having a small number in Subcontinent impress the people of the World with high character, philanthropy and godly teaching. Sufism has increasingly contributed to the formation of higher society based on highest values.Collective interest of regardless of religion and remained dominant rulers if we consider we can see role and practice of these Sufis behind mystery who gave an intellectual unity to the scattered region and promoted to big values of humanity and social friendless. The Sufis devised various styles and methods for attaining nearness to God and for self purification but there are methods which became very popular in Arabs and A jams. A series of methods emerged that became important pillar of Islam.The first chishtiya which is attributed Hazrat Khawja Muinuddin,the second Hazrat Sheikh Abul Najeeb suherwardy which is attributed to Hazrat Sheikh Shahabudddin suherwardy ,the third series which became known as Qadriya series Hazrat Sheikh Abdul Qadir Jelani and fourth one attributed to Hazrat Bahauddin Zakariya Sufis of all walks of life have rendered invaluable services to reformation of society. However this article will examine the views of Sufi Shahfakaruddin Dehlvi of Chishty dynasty and, Sufi Shah Waliullah of Naqashbandi dynasty. A research and comparative analysis of the views of Shah Waliullah Dehlvi (1176H) and Shahfakhruddin Dehlvi (1199H) about Ijthad and imitation of imams ,scholars and connection between Hazrat Hassan and Hazrat Ali will be present in this article .

Keywords: Sufism, Ijtihad, Imitation of Imams, Hazrat Ali, Hazrat Hassan, Shah Waliullah, Shahfakhruddin, Dehlvi Methods, Punjab Subcontinent.

---

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

تعارف:

سلسلہ چشتیہ کی نشاۃ ثانیہ میں شاہ فخر الدین دہلویؒ کی نمایاں خدمات ہیں۔ آپ کے مریدین کا سلسلہ موجودہ پاکستان کے بیشتر علاقوں میں پھیلا ہوا ہے۔ جس زمانے میں شاہ فخر الدین دہلویؒ نے دہلی میں مسند رشد وہدایت بچھائی اس وقت شاہ ولی اللہؒ درجہ محدث کرنے کے بعد عوام الناس کو علم حدیث کے گراں مایہ خزانوں سے روشناس کر رہے تھے۔ دونوں عظیم المرتبت صوفی ہیں لیکن دونوں حضرات کئی مسائل میں مختلف نظریات کے حامل نظر آتے ہیں۔ اس تحقیقی مضمون میں حضرت علیؓ اور حضرت حسن بصریؒ کے اتصال اور اجتہاد و تقلید کے حوالے سے دونوں حضرات کے نظریات و دلائل کا جائزہ ہمارا موضوع بحث ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ حضرت حسن بصریؒ کا اتصال:

شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک حضرت علیؓ کے ساتھ حضرت حسن بصری کا اتصال نہیں ہے۔ ان کے نزدیک اتصال اور صحبت مستمرہ لازم وملزوم ہیں۔ چونکہ امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، اور امام ترمذیؒ کے نزدیک حضرت علیؓ کے ساتھ حضرت حسن بصریؒ کی کوئی روایت متصل نہیں اس لئے صحبت مستمرہ منفی ہوگی اور اس کے ساتھ اتصال بھی۔ لیکن شاہ فخر الدینؒ کے نزدیک شاہ ولی اللہؒ کا روایت حدیث کے متصل نہ ہونے سے صحبت مستمرہ کا انکار اور اس بناء پر اتصال کا انکار کرنا درست نہیں۔ کیونکہ کئی ثقہ محدثین کے نزدیک حسن بصریؒ کی کئی روایات حضرت علیؓ کے ساتھ متصل ہیں۔ اس لئے اتصال صحیح ہوگا۔

اجتہاد و تقلید:

شاہ ولی اللہؒ اجتہاد کو ہر زمانے کی ضرورت سمجھتے ہیں اور آپ کے نزدیک کسی امام کی پیروی لازم نہیں۔ ان کے مقابلے میں شاہ فخر الدینؒ آئمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی پیروی کرنا لازم قرار دیتے ہیں۔ دونوں حضرات کے نظریات کا جائزہ ذیل میں پیش کیا جارہا ہے۔

حضرت علیؓ اور حضرت حسن بصریؒ کا اتصال شاہ ولی اللہؒ کی نظر میں:

شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک سلسلہ چشتیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ منسلک نہیں۔ جبکہ بزرگان چشتیہ اپنے سلسلہ کو حضرت حسن بصریؒ کے توسط سے حضرت علیؓ سے متصل کرتے ہیں۔

شاہ ولی اللہؒ نے اپنی کتب میں مختلف مقامات پہ اتصال سے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اتصال کے بارے میں آپ کے نظریے میں بتدریج تبدیلی ہوتی رہی ہے۔ آپ کہیں اتصال کے قائل معلوم ہوتے ہیں اور کہیں انکار کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔ کہیں اشارات کلام سے اپنا منشا ظاہر کرتے ہیں اور کہیں اشارہ سے صراحت پر اتر آتے ہیں۔ چنانچہ انتباہ میں لکھتے ہیں:

"اور صوفیاء اس پر متفق ہیں کہ حسن بصریؒ نے حضرت علیؓ سے اخذ کیا۔"[1]

یہاں شاہ ولی اللہؒ نے صوفیاء کا اتفاق نقل کر کے خاموشی اختیار کر لی ہے۔ اور اس بارے میں اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ "اور اہل سلوک کے نزدیک متفقہ طور پہ حضرت علیؓ کی جانب حسن بصریؒ کی نسبت کی جاتی ہے۔ مگر علمائے حدیث اس انتساب کو ثابت نہیں کرتے اور شیخ احمد قشاشی نے اپنی کتاب العقد الفرید فی سلاسل توحید میں گفتگو فرما کر اہل سلوک کی تائید کی ہے۔"

اس مقام پر شاہ صاحب صوفیاء اور محدثین کا اختلاف بیان کرتے ہیں۔ تیسری جگہ فرماتے ہیں کہ "حسن بصریؒ کی ابتداء بلا شبہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے زمانے میں ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ اس وقت پیدا ہوئے جبکہ حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے دو سال باقی تھے۔ انہوں نے عثمانؓ، علیؓ اور طلحہؓ کو دیکھا۔ حضرت عثمانؓ کے قضیہ میں وہ موجود تھے اور اس وقت ان کی عمر چودہ سال تھی۔ انہوں نے عثمانؓ، علیؓ، عمرانؓ بن حصین، معقلؓ بن یسار، ابو بکرؓ، ابو موسیٰؓ، ابن عباسؓ،، جابرؓ بن عبد اللہ اور دوسرے بہت سے صحابہؓ سے روایت کی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ان کی روایت میں اختلاف مشہور ہے۔"[2]

انتباہ کی ان عبارات سے ایسا لگتا ہے کہ مذکورہ کتاب کی تصنیف تک شاہ صاحب صوفیاء کے مسلک یعنی اتصال کے قائل تھے لیکن قرۃ العینین جو انتباہ کے بعد تصنیف ہوئی، میں اتصال کا تفصیلی جائزہ لیا اور ثابت کیا ہے کہ حضرت علیؓ کے ساتھ حضرت حسن بصریؒ کا اتصال قیاس پر مبنی ہے یا کم از کم معتبر احادیث سے ثابت نہیں[3]۔ شاہ ولی اللہؒ حسن بصریؒ کے حضرت علیؓ کے ساتھ اتصال پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں -"اگر حضرت علیؓ کے ساتھ حسن بصریؒ کا اتصال ثابت ہوتا تو ان کے ساتھ حسن بصریؒ کی معتد بہ صحبت بھی ثابت ہوتی چونکہ معتد بہ صحبت ثابت نہیں اس لئے اتصال ثابت

---

[1] شاہ ولی اللہ، **انتباہ فی سلاسل اولیا اللہ**، (دہلی: آرمی برقی پریس، ۱۳۳۵ھ)، ۱۸

[2] شاہ ولی اللہ، **انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ**، ۱۴۲۔۱۴۳

[3] شاہ ولی اللہ، **قرۃ العینین**، (دہلی:، مجتبائی، ۱۳۳۵ھ)، ۲۹۸

نہیں۔[4] شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ صحبت اور اتصال ایک دوسرے کے لازم وملزوم ہیں اس لئے کہ اتصال کا دارومدار چار باتوں پر ہے۔ خرقہ، تلقین، بیعت اور صحبت مستمرہ اور ان میں سے حسن بصریؒ کے بارے میں کوئی بات ثابت نہیں۔[5]

شاہ صاحب کے نزدیک خرقہ عصر اول میں موجود ہی نہیں تھا اور ایسی تمام روایات بے اصل ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اور حضرت علیؓ نے حضرت حسن بصریؒ کو خرقہ پہنایا۔ دوم تلقین سے مراد لا الہٰ الا اللہ پڑھوانا ہے تو اس طرح کی تلقین ہر باپ اپنے بیٹے کو کیا کرتا ہے۔ اور اگر تلقین سے آداب و افکار اور اشارات مراد ہیں تو اس کے لئے طویل صحبت کی ضرورت ہے اور یہ طویل صحبت محدثین کی روایات سے ثابت نہیں۔ اگر حسن بصریؒ نے حضرت علیؓ سے آداب و اشارات سیکھے ہوتے تو وہ اس کا ذکر کرتے۔ مگر انہوں نے اس کا کہیں ذکر نہیں کیا۔[6] سوم بیعت سے متعلق نہ نفی کی ہے اور نہ اثبات اور چہارم جہاں تک صحبت مستمرہ کا تعلق ہے۔ شاہ صاحب کے نزدیک یہ نقلاً بھی ثابت نہیں اور عقلاً بھی۔ نقلاً اس لئے کہ:

۱۔ حضرت علیؓ سے حسن بصریؒ کی ہر روایت بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد وغیرہ کے نزدیک متصل نہیں بلکہ مرسل ہے اور حضرت علیؓ سے حسن بصریؒ کی اکثر روایات قیس بن عباد کے واسطے سے ہیں۔[7]

۲۔ اگرچہ زمانہ صحبت و روایت کے لئے مساعد تھا لیکن منقول امور میں وقوع کا اعتماد ہونا چاہیے صرف امکان کافی نہیں۔[8]

۳۔ جو لوگ صرف معاصرت کی بنا پر صحبت و روایت کی تصحیح کر دیتے ہیں۔ محققین اہل حدیث کے نزدیک یہ درست نہیں۔ امام ترمذی باب الحدود میں لکھتے ہیں: "لا اعرف للحسن سماعا من علیؓ[9]" علی سے حسن کا سماع مجھے معلوم نہیں۔"

اور صحبت مستمرہ عقلاً اس لئے ثابت نہیں کہ ہمیں استقرائے کامل سے معلوم ہے کہ جس کو اپنے شیخ کی طویل صحبت میسر آتی ہے تو وہ آداب و اذکار، کرامات اور اشارات سے متعلق امور اپنے شیخ سے نقل کرتا ہے اور حسن

---

[4] ایضاً، ۳۰۰

[5] شاہ ولی اللہ، **قرۃ العینین**، ۳۰۰

[6] شاہ ولی اللہ، **قرۃ العینین**، ۳۰۰

[7] ایضا، ۳۰۱

[8] شاہ ولی اللہ، **قرۃ العینین**، ۳۰۱

[9] شاہ ولی اللہ، **قرۃ العینین**، ۳۰۱، ترمذی، ۱۷۱

بصریؒ نے حضرت علیؓ سے یہ امور نقل نہیں کیے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں حضرت علیؓ کے ساتھ طویل صحبت میسر نہیں آئی۔[10]

اس اجمالی بحث کے بعد شاہ ولی اللہؒ اتصال سے متعلق صوفیاء کے ذہن میں ابھرنے والے ممکنہ سوالات کے جوابات بھی دیتے ہیں۔

۱۔ شیخ سے اثر پذیر ہونے کے لئے طویل صحبت کی ضرورت نہیں۔ کبھی یہ اثر ایک لمحے میں ہو جاتا ہے اور کبھی علم سلوک کی تعلیم کے بغیر بھی ہو جاتا ہے۔

شاہ ولی اللہ کہتے ہیں کہ "حسن بصریؒ سے ایسی کوئی بات منقول نہیں جس سے ظاہر ہو کہ انہیں حضرت علیؓ سے یہ نسبت حاصل ہوئی"لہذا سچ بات یہ ہے کہ اس سلسلے میں نہ مُثبِت کے پاس کوئی قطعی دلیل ہے اور نہ نافی کے پاس۔ دونوں ظن سے کام لیتے ہیں اور جہاں تک ظن کا تعلق ہے یہ بات واضح ہے کہ امکان عقلی کی یہی صورت ہے کہ مرید کے دل کی اثر پذیری طویل صحبت کی متقاضی ہے۔[11]

۲۔ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ سے حضرت حسن بصریؒ کے دل کی اثر پذیری کی بڑی علامت اس سلسلہ کے بزرگوں کی تصریحات ہیں کہ یہ طریقہ حضرت حسن بصریؒ کے واسطے سے چلا ہے اور اکابر اصحاب سلاسل کا مقام اس سے بلند ہے کہ وہ جھوٹ بولیں یا تحقیق کے بغیر کوئی بات کہیں۔[12]

اکابر سلاسل کے صدق میں شک نہیں لیکن جو بات روایت پر موقوف ہو اس میں روایت کی تصحیح کرنا ہو گی۔ ان حضرات کا سلسلہ سے وابستہ ہونا اس بات سے مانع نہیں کہ ان کی مرویات کی صحت و ضعف میں بحث و تفتیش کی جائے۔ اور جہاں تک روایت کا تعلق ہے حضرت علیؓ کے ساتھ حسن بصریؒ کا اتصال بخاری، مسلم، ترمذی اور ابو داؤد کے نزدیک جو منقول علوم کے لئے کسوٹی ہیں، ثابت نہیں بلکہ یہ حضرات وثوق کے ساتھ اتصال کی نفی کرتے ہیں۔

۲۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اتصال کو ثابت کیا ہے۔

وہ لوگ حفظ میں علامہ سیوطیؒ سے فائق ہیں جو اتصال کی نفی کرتے ہیں مثلاً السخاویؒ، عسقلانیؒ اور ابن الصلاحؒ۔[13]

---

[10] ایضاً،

[11] شاہ ولی اللہ، **قرۃ العینین**، ۳۰۲

[12] ایضاً،

[13] شاہ ولی اللہ، **قرۃ العینین**، ۳۰۵

۴۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے ملاقات کے ضمن میں دلیل پیش کی ہے کہ مثبت منفی پر مقدم ہے۔

یہ اصول بلاشبہ درست ہے لیکن جو معاصرت کی وجہ سے اتصال کا اثبات کرتا ہے وہ نافی کے حکم میں ہے اور جو معاصرت کے باوجود اتصال سے انکار کرتا ہے وہ مثبت کے حکم میں ہے کیونکہ اس کے پاس نافی کی نسبت زیادہ علم ہے جس کی وجہ سے معاصرت کے باوجود اتصال کی نفی کرتا ہے۔

۵۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ حسن بصریؒ جب پیدا ہوئے اس وقت حضرت عمرؓ کی خلافت کے دو سال باقی تھے۔ انہوں نے مدینہ میں حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں پرورش پائی۔ حضرت علی المرتضیٰؓ بھی اس وقت مدینہ طیبہ میں موجود تھے۔ حسن بصریؒ نے کم از کم انہیں مسجد میں، جمعہ میں اور جماعت میں دیکھا ہوگا اور حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں ملاقات ہوئی ہوگی چونکہ حضرت علیؓ امہات المومنینؓ کی خدمت میں اکثر جایا کرتے تھے۔

شاہ ولی اللہؒ کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ تلقین، ذکر اور خرقہ کا امکان معلوم ہوتا ہے لیکن منقول مباحث میں صرف امکان سے کام نہیں چلتا۔[14]

۶۔ علامہ سیوطیؒ نے ایک دلیل یہ بھی پیش کی ہے کہ مسند ابی یعلیٰ کی ایک روایت اس طرح ہے:

"حسن بصریؒ نے فرمایا کہ میں نے علی مرتضیٰؓ کہ یہ کہتے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کی مثال بارش کی سی ہے" اور اس روایت میں حسن بصری کے سماع کی صراحت کی ہے۔"

شاہ صاحب کہتے ہیں کہ اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تب بھی اس سے معتد بہ صحبت ثابت نہیں ہوتی اور ہماری گفتگو معتد بہ صحبت کے بارے میں ہے۔[15]

آخر میں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ وجدان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہصوفیاء کی باطنی نسبت حضرت علیؓ کی باطنی نسبت سے زیادہ مشابہ ہے اسی لئے صوفیاء کو اگر اتصال کی ادنیٰ شہادت بھی ملی تو انہوں نے اسے قبول کر لیااور رفتہ رفتہ متاخرین صوفیاء حضرت علیؓ کے ساتھ حضرت حسن بصریؒ کے اتصال پر متفق ہو گئے۔[16]

---

[14] ایضاً،

[15] شاہ ولی اللہ، **قرۃ العینین**، ۳۰۶

[16] شاہ ولی اللہ، **قرۃ العینین**، ۳۰۸

اتصال شاہ فخر الدینؒ کی نظر میں:

شاہ فخر الدینؒ کے نظریات میں استقلال نظر آتا ہے۔ آپ نے اتصال کو اپنی کتاب "فخر الحسن" میں ثابت کیا ہے۔ ان کے نظریے اور دلائل کو اختصار سے ذیل میں بیان کیا جارہا ہے۔

شاہ فخر الدینؒ کہتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ جب پیدا ہوئے اس وقت حضرت عمرؓ کی خلافت کے دو سال باقی تھے۔[17]

آپ نے لکھا جس کا مفہوم یہ ہے: "اور رسالہ تحاف الفرقہ میں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حسن بصریؒ سات برس کے ہوئے اور نماز کا حکم دیا گیا تو جماعت میں حاضر ہوتے اور شہادت عثمانؓ تک ان کے پیچھے نماز پڑھتے رہے۔ حضرت علیؓ اس وقت مدینہ میں تھے۔ پس کیونکر سماع کا انکار ہو سکتا ہے۔"[18]

امام ذہبیؒ اپنی طبقات بضمن حسن بصریؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: "حسن نے مدینہ میں نشو نما پائی اور قرآن کو دوران خلافت عثمانؓ حفظ کیا اور ان کو خطبہ پڑھتے ہوئے سنا۔"

شاہ فخر الدینؒ فرماتے ہیں کہ ابو ہلال راسبی خالد بن ریاح ہذلی سے روایت کرتے ہیں کہ کسی نے کوئی مسئلہ انس بن مالکؓ سے پوچھا تو فرمایا کہ مولانا حسن بصریؒ سے یہ مسئلہ پوچھو۔ لوگوں نے کہا کہ ہم آپ سے پوچھتے ہیں اور آپ حضرت حسن بصری سے پوچھنے کے متعلق فرماتے ہیں؟ انس بن مالک نے فرمایا۔ "فانہ قد سمع وسمعنا محفظاً"[19]

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح انس بن مالک نے بدری صحابہؓ سے سنا اسی طرح حسن بصری سے بھی۔ دوسرے آپ کے کمال حفظ کی طرف بھی صراحت ہے۔

---

[17] شاہ فخر الدین، **فخر الحسن**، (ہند: مطبع پنچ بانکی پور طبع، ۱۹۰۳ء)، ۵۔

[19] شاہ فخر الدین، **فخر الحسن**، ۹

[20] کیونکہ انہوں نے بھی سنا اور ہم نے بھی لیکن انہوں نے حفظ بھی کیا ہے۔ علی بن مدینی بہت بڑے محدث ہیں امام بخاری کے استاد ہیں اور اتصال حسن کے مخالف ہیں۔

[21] علی بن مدینی بہت بڑے محدث ہیں امام بخاری کے استاد ہیں اور اتصال حسن کے مخالف ہیں۔

شاہ فخر الدینؒ لکھتے ہیں کہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے حافظ زین الدین العراقیؒ کی شرح جامع الترمذی کے تحت حدیث "رفع القلم ثلاثہ" نقل فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ علی بن مدینی نے کہا کہ:

"حسن نے حضرت علیؓ کو اپنے لڑکپن میں دیکھا ہے اور ابوذرہؓ نے کہا کہ انہوں نے حضرت علیؓ سے خلافت کی بیعت کی اور علیؓ کو مدینہ میں دیکھا پھر جب علیؓ کوفہ چلے گئے ملاقات نہیں ہوئی۔ اور حسن نے کہا ہم نے زبیرؓ کو علیؓ سے بیعت کرتے دیکھا۔"[20]

بخاری تاریخ صغیر میں رقم طراز ہیں کہ ابو داؤد سلیمان بن سالم قرشی عطار نے کہا کہ انہوں نے علی بن زید سے سنا اور علی بن زید نے حسن بصریؒ سے سنا کہ "حسن بصریؒ نے علیؓ و زبیرؓ کو معانقہ کرتے ہوئے اور عثمان و علی کو لیٹے ہوئے دیکھا۔"[21]

شاہ فخر الدینؒ تہذیب الکمال مذی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ بدری صحابہ سے ملے اور تین سو دوسرے صحابہ کرام کو دیکھا اور عثمان و علی کو دیکھا اور ان کے وقت میں جو عشرہ مبشرہ تاحیات تھے ان کو دیکھا۔[22]

شاہ فخر الدینؒ نے تلقین ذکر سے متعلق روایت نقل فرمائی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ میں لا الٰہ الااللہ پڑھتاہوں تو سن اور تین مرتبہ پھر تو کہہ ہم سنیں گے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے لا الٰہ الااللہ آنکھ بند کر کے بلند آواز سے تین مرتبہ فرمایا اور حضرت علیؓ سنتے رہے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے آنکھ بند کر کے بلند آواز سے تین مرتبہ لا الٰہ الااللہ کہا اور رسول اللہ ﷺ نے سنا اور پھر اس کی تلقین حضرت علیؓ نے حسن بصریؒ کو کی۔[23] شاہ فخر الدین نے وصل کے متعلق صاحب السمط المجید کی روایت نقل کی ہے کہ جب سماع اور لقا صحیح ہے اور تلقین ذکر کی سند کو ایک جماعت صوفیہ حسن بصریؒ سے ملاتی ہے ان میں حافظ ابو الفتح طاؤسی جیسے حفاظ بھی ہیں اور پھر مثبت منفی پر مقدم ہوتا ہے جس کی تائید شاہ ولی اللہ نے بھی کی ہے[24] تو تلقین ذکر کی سند صحیح ہوگی۔[25]

---

[20] شاہ فخر الدین، **فخر الحسن**، ۱۹

[21] ایضاً،

[22] ایضاً، **فخر الحسن**، ۲۳

[23] ایضاً، ۲۷

[24] **قرۃ العینین**، ۳۰۵

[25] شاہ فخر الدین، **فخر الحسن**، ۳۰

سماع کے بارے میں علامہ سیوطی کے قول سے متعلق لکھتے ہیں کہ ابن حجر عسقلانیؒ نے بعد میں سماع کو ترجیح دی اور اسی کو صحیح کہا ہے۔[26] جنہوں نے سماع کے انکار کو ابن حجر عسقلانی کی طرف منسوب کیا ہے انہوں نے اس قول اخیر کو نہیں دیکھا۔[27]

حدیث " تین اشخاص سے قلم اٹھالیا گیا[28]" کے بارے میں شاہ فخر الدینؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل نہیں بلکہ متصل ہے۔ کیونکہ امام ابو حافظ ابو بکر خطیب نے کفایہ میں لکھا ہے کہ ابو داؤد نے کہا میں نے احمدؒ سے سنا ہے کہ ان سے ایک شخص نے پوچھا کہ عن عروته ان عائشه قالت یا رسول الله ﷺ" اور عن عروته عن عائشه قالت۔۔۔۔۔۔ برابر ہے۔ احمدؒ نے کہا یہ کیونکر برابر ہو گا۔ محدثین لکھتے ہیں احمدؒ نے دونوں لفظوں میں فرق کیا۔ وجہ یہ بیان کی کہ عروہ نے پہلی روایت میں حضرت عائشہ کی طرف سند نہیں کی اور حدیث کو پایا اس صورت میں حدیث مرسل ہو گی لیکن دوسری روایت میں عن کے ساتھ سند کی پس (بسبب زوال و تدلیس) متصل ہو گی۔[29]

شاہ فخر الدینؒ فرماتے ہیں کہ قاضی ابو بکر شرح ترمذی میں رقمطراز ہیں کہ۔

"حسن بصریؒ جب کمسن تھے حضرت علیؓ کو پایا مگر ہم نے ان کے سماع کو نہیں جانا۔"[30]

امام بخاریؒ نے خالد العبد ضعیف سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا حسن البصریؒ کہتے تھے کہ میں نے اٹھارہ بدریوں کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ وہ سب رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھتے تھے۔ اس حدیث کو میمونؒ نے بھی روایت کیا ہے۔

شاہ فخر الدینؒ فرماتے ہیں کہ تمام حفاظ متفق ہیں کہ حسن بصریؒ ابو داؤدؒ سے عمر میں بڑے تھے۔ امام نسائی نے اپنی سنن میں ابراہیم کی روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے ابو قتادہ سے انہوں نے حسن بصریؒ سے اور انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "سینگھی لگانے والے اور لگوانے والے نے افطار کیا۔"[31]

---

[26] شاہ فخر الدین نے السیوطی کا یہ قول جو تحف الفرقہ سے نقل کیا کہ ابن حجر عسقلانیؒ بعد میں سماع کے قائل ہو گئے تھے او پیچ کی چھپی ہوئی مذکورہ کتاب مشمولہ فخر الحسن میرے سامنے ہے میں ایسی کوئی عبارت نہیں جس سے ظاہر ہو کہ ابن حجر بعد میں سماع کے قائل ہو گئے تھے۔

[27] شاہ فخر الدین، **فخر الحسن**، ۳۰

[28] ترمذی، محمد بن عیسیٰ، **ماجاء فی من لا یجب علیہ الحد**، (مصر: ۱۴۳۰ء مکتبہ الحلبی، ۱۹۷۵ء)

[29] شاہ فخر الدین، **فخر الحسن**، ۳۲

[30] شاہ فخر الدین، **فخر الحسن**، ۳۳

[31] شاہ فخر الدین، **فخر الحسن**، ۵۵

اس حدیث کو امام طحاوی بھی حضرت حسن بصری سے روایت کرتے ہیں:

آخر میں شاہ فخر الدین نے مسند ابی یعلی کی روایت پر شاہ ولی اللہ کے جواب "کہ اگر روایت صحیح بھی ہو تو اس سے معتد بہ صحبت ثابت نہیں اور میر اکلام معتد بہ صحبت ہے[32]" کا جائزہ لیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تعلیل خلاف تحقیق ہے اور معتد بہ صحبت ایسے طور سے ثابت ہو چکی جس کا جواب نہیں۔ اور پھر شاہ ولی اللہؒ کا قول "اگر اتصال حسن بصریؒ کا علی مرتضی کے ساتھ ثابت ہو تا تو معتد بہ صحبت بھی ثابت ہوتی اور یہ ثابت نہیں تو وہ بھی ثابت نہیں[33]" آپ نے فرمایا کہ اگرچہ اتصال ثابت ہو چکا ہے لیکن شاہ ولی اللہ کا استدلال باطل ہے کیونکہ طریقت میں ثبوتِ اتصال کے لیے صحبت لازم نہیں۔ اور اصحاب سلاسل باوجودیکہ کئی فرقے ہیں مگر سب اس بات پر متفق ہیں کہ حسن بصریؒ نے بلاواسطہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے طریقہ اخذ کیا۔[34]

جائزہ:

اتصال کے بارے دونوں حضرات کے نظریات و دلائل پیش کرنے کے بعد ان کا تجزیہ درج ذیل ہے:

۱۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے قرۃ میں فرمایا ہے کہ اتصال کے لئے چار چیزیں لازمی ہیں۔ خرقہ، تلقین، بیعت اور صحبت مستمرہ مگر ان میں سے حسن البصریؒ کے بارے میں کوئی بات ثابت نہیں۔[35] آپ خرقہ وذکر و تلقین کی وضاحت کرتے ہیں مگر "بیعت" کے معاملے میں نہ اثبات کرتے ہیں اور نہ نفی۔

شاہ ولی اللہؒ کے استدلال میں یقیناً کمزوری کے مترادف ہے اور پھر بیعت کے لئے مطلقاً اتصال کافی ہے۔ معتد بہ کی ضرورت نہیں جس کی نفی کی بناء پر شاہ ولی اللہؒ نے اتصال کی نفی کی ہے۔[36]

۲۔ شاہ ولی اللہ نے فرمایا ہے کہ فقط معاصرت کی بنا پر صحبت و روایت کی تصحیح کر دینا درست نہیں۔[37] یہ رائے قابل غور ہے کیونکہ امام مسلم ایک ثقہ راوی کے اپنے مروی عنہ سے اتصال کے لئے صرف معاصرت کافی سمجھتے ہیں

[32] شاہ ولی اللہ، **قرۃ العینین**، ۳۰۶

[33] ایضاً، ۳۰۰

[34] شاہ فخر الدین، **فخر الحسن**، ٦۰

[35] شاہ ولی اللہ، **قرۃ العینین**، ۳۰۰

[36] شاہ فخر الدین، **فخر الحسن**، ٦۰

[37] شاہ ولی اللہ، **قرۃ العینین**، ۳۰۱

بشر طیکہ کسی خارجی شہادت سے اس کی نفی نہ ہوتی ہو۔[38] ان کے علاوہ امام ترمذی بھی معاصرت پر اکتفا کرتے ہیں اور یہی جمہور اہل حدیث کا مذہب ہے۔ اس کے علاوہ محققین اہل حدیث کے یہاں ایسی متعدد مثالیں ملتی ہیں جن میں وہ امکان عقلی کی وجہ سے اتصال پر استدلال کرتے ہیں۔ ابن حبان (جو حسن بصریؒ کے علی مرتضی کے ساتھ اتصال کے منکر ہیں) اپنی مسند میں لکھتے ہیں "جو شخص یہ گمان کرے کہ مجاہد نے حضرت عائشہ سے نہیں سناتو یہ محض اس کا وہم ہو گا کیونکہ حضرت عائشہؓ کا انتقال ۵۷ھ میں ہوا جبکہ مجاہد ۲۱ھ میں پیدا ہو چکے تھے۔[39]

حافظ ابن عبد البرؒ لکھتے ہیں کہ عروہ سے حبیب کے لقا کا انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ حبیب نے ایسے اصحاب سے روایت کی ہے جو عروہ سے عمر میں بڑے ہیں اور جن کا انتقال بھی عروہؓ سے پہلے ہوا[40]۔ ظاہر یہ ہوا کہ حافظ عبد البر معاصرت کی وجہ اتصال کے قائل ہیں۔ اسی طرح امام بخاریؒ کے استاد علی ابن مدینیؒ لکھتے ہیں کہ " میں اس سے انکار نہیں کرتا کہ مجاہد ام ہانی سے ملے ہوں اس لیے کہ مجاہد کی طرح ان سے دوسرے متعدد افراد نے بھی روایت کی ہے مثلاً یوسف بن مالک اور ان کا صحابہ کی ایک جماعت سے لقا ہوا ہے اور انہوں نے ان سے سنا ہے۔[41]

ان مثالوں کی روشنی میں شاہ ولی اللہ کا مسلک کہ اتصال کے لئے معاصرت پر اکتفا کرنا محققین اہل حدیث کے نزدیک درست نہیں " صحیح معلوم نہیں ہوتا اور پھر عقلی دلائل سے مجاہد کے حضرت عائشہؓ اور ام ہانیؓ سے قیس بن سعد کے عمرو بن دینار سے اور حبیب کے عروہ سے لقاو سماع پر استدلال کیا جا سکتا ہے تو حسن بصریؒ کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سماع اور لقا پر استدلال کیوں نہیں کیا جا سکتا۔

۳۔ شاہ ولی اللہؒ مسند ابی یعلی کی روایت سے متعلق فرماتے ہیں کہ اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو اس سے معتد بہ صحبت ثابت نہیں ہوتی اور ہمارا کلام معتد بہ صحبت سے ہے۔ یہ استدلال درست نہیں کیونکہ شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک اگر حسن بصریؒ کی روایت متصل ہوتی تو صحبت مستمرہ بھی ثابت ہوتی [42] اور چونکہ یہ حدیث متصل ہے اس لئے صحبت مستمرہ بھی ثابت ہے۔ مگر شاہ ولی اللہؒ نے اپنے ہی اصول کو ترک کر کے معتد بہصحبت سے انکار کی بناء پر اتصال کا انکار کیا

---

[38] مقدمہ صحیح مسلم،

[39] عزیز الدین، احسن زمان، **القول المستحسن فی فخر الحسن**، (حیدر آباد: ۱۳۱۲ھ)، ۱: ۶۲

[40] **فخر الحسن**، ۶۳

[41] القول المستحسن فی فخر الحسن، ۱: ۶۲

[42] **قرہ العینین**، ۳۰۱

ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ شاہ ولی اللہؒ کو مسند ابی یعلی کی روایت میں شک ہے حالانکہ ابی یعلی بالاتفاق حافظ حدیث اور ثقہ ہیں۔ حاکم نے ابی یعلی کا ذکر ثقہ مامون کے الفاظ سے کیا ہے۔[43] امام ذہبی نے ان کے لئے حافظ، ثقہ اور محدث الجزیرہ کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اور ابی یعلی کے مروی عنہ حوثرہؒ کو ابن حبانؒ نے ثقہ تسلیم کیا ہے۔[44] اور حوثرہؒ کے مروی عنہ عقبہ باہلی کی توثیق امام احمد نے کی ہے۔ ان روایات سے ثابت ہوا کہ شاہ صاحب کا حدیث بالا پر شک کرنا درست نہیں۔ دوسرے اتنے دلائل اور براہین پیش کرنے کے بعد شاہ ولی اللہؒ خود بھی شبہ میں مبتلا نظر آتے ہیں۔[45] جو ان کے موقف کی کمزوری پر دلالت کرتا ہے۔

اجتہاد و تقلید کے حوالے سے شاہ ولی اللہؒ کا نقطہ نظر:

برعظیم پاک وہند کے مسلمان اٹھارہویں صدی عیسوی یا اس سے قبل اجتہاد کے جاری رہنے کے قائل نہ تھے۔ اکثر علماء اور صوفیاء اجتہاد کی بجائے آئمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کو ضروری سمجھتے تھے۔ شاہ صاحب نے اس تصور میں تبدیلی کی اور اجتہاد کو ہر زمانے کی ضرورت قرار دیا۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ علم القرآن یا علم الشریعت پر کسی ایک شخص یا چند افراد کی اجارہ داری نہیں ہے بلکہ ہر وہ شخص جو قرآن وحدیث پر دسترس رکھتا ہو اجتہاد کر سکتا ہے۔[46] شاہ صاحب کے نزدیک دو مکتب فکر ایسے ہیں جن کا شریعت اسلامی کے ساتھ گہرا ربط وضبط ہے ایک اہل حدیث (علمائے حدیث) دوسرا اہل الرائے لیکن یہ دونوں اس آخری دور میں اپنی جگہ سے ہٹ چکے ہیں۔ شاہ صاحب کی نظر میں یہ حالت نہایت غیر مناسب ہے۔[47] شاہ صاحب چاہتے ہیں کہ دونوں گروہ اکابر کی بجائے کتاب وسنت کو اساس قرار دیں۔ تفہیمات الٰہیہ میں فرماتے ہیں:

"میں ان نام نہاد فقہا سے کہتا ہوں جن میں تقلید کی وجہ سے جمود آچکا ہے کہ جب ان کو صحیح حدیث پہنچتی ہے تو وہ تقلید کی وجہ سے اس حدیث کا جو ان کے مسلک کے خلاف ہے، انکار کر دیتے ہیں اور ان ظاہری حضرات سے

---

[43] امام ذہبی، **تذکرہ الحفاظ**، (دار المعارف عثمانیہ)، ۲: ۲۴۹

[44] ایضاً، ۲۴۸؛ عبد الرحمن، اتحاف الفرقہ، (اینچ بانکی پریس، ۱۳۲۱)، ۸۰

[45] شاہ ولی اللہ، **قرۃ العینین**، ۳۰۹

[46] ایضاً، **عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید**، مترجم ڈاکٹر محمد صدیقی، (اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی یونیورسٹی، ۲۰۰۰ء)، ۴۹-۵۰

[47] محمد اسماعیل سلفی، **تحریک آزادی فکر**، (لاہور س۔ن)، ۶۸

بھی کہتا ہوں جو آئمہ دین اور چوٹی کے فقہاء کا انکار کرتے ہیں، تم دونوں غلط راہ پر جا رہے ہو یہ کم فہمی کی راہ ہے۔ اور حق دونوں کے بین بین ہے۔"

اجتہاد کے ضمن میں کسی ایک امام مجتہد کی پیروی کو غیر ضروری قرار دیتے ہیں۔ شاہ صاحب کے نزدیک مسلمان اپنی عقل اور مطالعہ کی بنا پر آئمہ اربعہ کے علاوہ بھی کسی دوسرے مجتہد کی پیروی کرنے کے مجاز ہیں۔

تفہیمات میں فرماتے ہیں ہر علاقے کے عوام آئمہ متقدمین سے کسی نہ کسی مذہب کے مقلد اور پابند ہیں کسی ایک مسئلہ میں بھی اختلاف کرنا نامناسب سمجھتے ہیں گویا وہ امام نبی ہیں اور ان پر اس کی اطاعت واجب ہے۔[48] شاہ صاحب کی نظر میں یہ بات قطعاً دین نہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ صرف نبی کریمؐ کی اطاعت کی جائے۔ چاہے کسی مسلک کے خلاف ہی کیوں نہ ہو اور اللہ عزوجل کی مرضی بھی یہی ہے کہ کتاب و سنت کی اطاعت کی جائے۔[49]

شاہ ولی اللہؒ جس طرح فقہی جزئیات کو عیندین اور شریعت نہیں سمجھتے اسی طرح وہ اصول فقہا کو لازوال اور دائمی اصول نہیں سمجھتے۔ آپ کی نظر میں یہ محض علمی کوششیں ہیں جو علماء نے اپنے مسلک کو بچانے کے لئے کی ہیں۔ نا فروع کے انکار سے کفر لازم آتا ہے نا اصول فقہ کے انکار سے دیانت میں خلل آتا ہے۔[50]

شاہ صاحب جس طرح اصول، (اصول فقہ) اور فروع میں جمود کے قائل نہیں اسی طرح وہ آئمہ اربعہ کے مذاہب اور فقہی توجیہات میں کسی ایک امام کی پیروی (خصوصاً اپنے لئے) لازمی نہیں سمجھتے۔ شاہ صاحب کا زیادہ تر جھکاؤ مذہب حنفیہ کی طرف ہے مگر بعض مسائل میں شوافع کی پیروی کرتے نظر آتے ہیں اور بعض مسائل بلاواسطہ محدثین سے اخذ کرتے ہیں۔ چنانچہ حدیث قبلتین، فاتحہ خلف الامام، رفع یدین، وتر اور جمع بین الصلاتین[51] وغیرہم میں آپ کا رجحان زیادہ تر شوافع کی طرف نظر آتا ہے۔ شاہ صاحب نے استنباط اور قیاس کو مدارج اجتہاد میں آخری درجہ قرار دیا ہے۔ ایسے مسائل میں جن کی بنیاد قیاس پر ہو مسلمانوں کے لئے ان پر عمل کرنا لازمی نہیں چونکہ اسلام ہمہ گیر و مکمل ہے مذہب ہے جو اپنے اصولوں کے ساتھ ساتھ ہر زمانے سے مطابقت رکھتا ہے۔ انہوں نے کہا اجتہاد ہر زمانے کی عین

---

[48] شاہ ولی اللہ، **تفہیمات الٰہیہ**، ا: ۱۵۱

[49] ایضاً، ا: ۲۱۴

[50] محمد اسماعیل سلفی، **تحریک آزادی فکر**، (لاہور: ۱۹۶۶ء)، ۷۴

[51] شاہ ولی اللہ، **حجۃ اللہ بالغہ**، ج، ا: ۱۱۷

ضرورت ہے کیونکہ اس سے ہر دور میں اسلامی اصولوں سے مطابقت پیدا کی جا سکتی ہے۔ اشتیاق حسین قریشی اور عبدالعزیز نے شاہ صاحب کے نظریے کو پروگریسو اسلام کی ابتداء کہا ہے۔[52]

شاہ ولی اللہ نے کہا کہ اگر حدیث صحیح ہو اور عامتہ المسلمین نے اس پر عمل کیا ہو معاملہ واضح ہو چکا ہو پھر اس پر صرف اس لئے عمل نہ کیا جائے کہ (امام) متبوع نے اس کے مطابق فتویٰ نہیں دیا بہت بڑی گمراہی ہے۔[53]

شاہ صاحب تقلید کے صرف اس حد تک قائل نظر آتے ہیں کہ اہل علم کتاب سنت سے روایت کرتے ہیں علمی مشاغل کی وجہ سے ان کی معلومات زیادہ ہیں اس لئے عوام انسے استفادہ کرسکتے ہیں۔ اگر آئمہکے اقوال یا کسی ایک امام کے اقوال میں اختلاف ہو تو جو مسلک کتاب و سنت سے زیادہ قریب ہو اس کو اختیار کیا جائے۔ صرف حدیث پر قناعت کر کے فقہا سے بے بہرہ رہنا یا صرف فقہا پر کفایت کر کے حدیث سے محروم رہنا غلو ہے جو درست نہیں۔[54]

اجتہاد و تقلید شاہ فخر الدینؒ کی نظر میں:

شاہ فخر الدینؒ فقہی مسالک اربعہ میں سے کسی ایک مسلک پر عمل پیرا ہونا ضروری سمجھتے ہیں۔ آپ ایسے لوگوں کو جو اپنے آپ کو مجتہد ثابت کرتے ہیں بنظر استحسان نہیں دیکھتے۔ یہی وجہ ہے شاہ صاحب امام ابن تیمیہؒ کے عمل سے دلچسپی کا اظہار نہیں کرتے۔ فرماتے ہیں: "آج کل اس (ابن تیمیہؒ) نے حرمین شریف میں اجتہاد شروع کر رکھا ہے دلائل الخیرات کے نسخے جہاں پاتے ہیں، جلا ڈالتے ہیں انہوں نے اکثر اپنے عزیزوں کو قتل کر ڈالا ہے۔ کہتے ہیں ہم ابن تیمیہ کے پیروکار ہیں اور مذہب حنبلی رکھتے ہیں۔"[55]

آپ مذہب حنفیہ کو اپنے لئے اور دوسروں کے لئے یکساں طور پر پسند کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تصنیف عقائد نظامیہ امام اعظمؒ کے فقہی نظریات کی علم بردار ہے۔ بلکہ یہ کتاب امام موصوف کی تصنیف، "فقہ اکبر" کی ہی تلخیص ہے۔ شاہ صاحب نے امام موصوف کے ارشادات کو صحیح عقیدہ کے لئے لازمی قرار دیا ہے۔ اسی لئے ہر مسئلہ کے بیان کے شروع میں لفظ عقیدہ لکھتے ہیں۔[56]

---

[52] ISLAM In Indian Environment , Islamic community.

[53] شاہ ولی اللہ، **تفہیمات الہیہ**، ۱: ۲۱۱

[54] ایضاً، عقد الجید، ۴۸

[56] شاہ فخر الدین دہلویؒ، **شاہ فخر الدین رضوی**، (لاہور: مقدمہ عقائد نظامیہ، ۱۹۷۳ء)، ۱۱

شاہ فخر الدین کی یہ تصنیف ایک سو چار عقائد پر مبنی ہے جن میں کوئی عقیدہ ایسا نہیں جس میں آپ نے امام اعظم سے اختلاف کیا ہو۔ آپ نے مسالک کا اختلاف بیان کر کے بتایا کہ "علماء جمہور کا مذہب یہ ہے کہ وتر کے بعد دو گانہ جائز ہے۔ یہ وتر کی نماز کو الگ کر دینے والا نہیں۔"[57]

جائزہ:

درج بالا اقتباسات کی روشنی میں شاہ فخر الدینؒ اور شاہ ولی اللہؒ کے نظریات میں مکمل تطبیق دینا حقیقت سے انحراف کے مترادف ہو گا۔ چونکہ شاہ فخر الدینؒ کی تصانیف میں جہاں بھی فقہی مسائل کا ذکر نظر آیا ہے آپ امام اعظمؒ کی پیروی پر زور دیتے ہیں مگر شاہ ولی اللہ فقہی مسائل میں کسی ایک امام کی پیروی کرتے نظر نہیں آتے۔ اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ وہ آئمہ اربعہ کے مذاہب سے انحراف کرتے ہیں بلکہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں سے کسی نہ کسی کی پیروی کر رہے ہیں اور عامی کے لیے ضروری قرار دیتے ہیں کہ وہ کسی ایک امام کی پیروی کرے۔ چنانچہ عقد الجید میں فرماتے ہیں "یعنی بجز مذاہب اربعہ دوسرے مذاہب کا کما حقہ معدوم ہو گئے تو انہیں چاروں کا اتباع "سواد اعظم" کا اتباع ٹھہرا ان سے نکلنا سواد اعظم سے نکلنا ہوا۔[58]

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں مذاہب اربعہ پر عمل پیرا ہونے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ تمام امت نے یا کم از کم امت کے قابل اعتبار افراد نے ان مذاہب اربعہ کی تقلید پر آج تک اجماع کیا ہے۔[59] آپ فرماتے ہیں: "خلاصہ یہ ہے کہ مجتہدین کی پابندی ایک راز ہے جس کو اللہ عزوجل نے علماء کے قلوب میں الہام فرمایا اور اس پر ان کو جمع فرمادیا۔ خواہ وہ اسی خوبیاں سمجھیں یا نہ سمجھیں۔"[60]

حجتہ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ تقلید شخصی کثیر فوائد سے مزین ہے اور اس دور میں تو اس کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے کہ ہر شخص کم ہمتی کا شکار ہے۔ نفوس خواہش پرستی میں مستغرق ہیں اور ہر شخص اپنی رائے پر مغرور ہو رہا ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں جو شخص شرائط اجتہاد کا جامع نہیں اس پر واجب ہے کہ وہ پیش آنے والے حوادث میں

---

[57] نور الدین، **فخر الطالبین**، ۱۷

[58] شاہ ولی اللہ، **عقد الجید**، مطبوعہ، ۳۸

[59] شاہ ولی اللہ، **حجتہ اللہ بالغہ**، ۱: ۱۲۳

[60] ایضاً، **انصاف**، مطبوعہ، ۶۳

مجتہد کی تقلید کرے [61] یہ کوئی انوکھی راہ نہیں معرفت شریعت میں بالاتفاق گزشتہ بزرگوں کے ارشادات اور عمل پر ہمیشہ اعتماد کیا ہے اس لئے ان پر عمل کرنا مناسب ہے۔

شاہ ولی اللہؒ نے مسلمانوں کو ایسی تقلید سے منع کیا ہے جس میں انتہا پسندی اور غلو آ گیا ہو۔ شاہ صاحب کا یہ ایک ایسا نظریہ ہے جسے شاہ فخر الدینؒ جیسا جید عالم اور عارف باللہ تو کجا ایک عام ذی شعور حنفی المذہب بھی صحیح سمجھتا ہے۔

خلاصہ بحث:

حقیقت یہ ہے کہ شاہ فخر الدینؒ اور شاہ ولی اللہؒ کے اس نظریے میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے۔ شاہ ولی اللہؒ نے جمود اور بے عملی کو توڑنے اور حدیث فہمی کی راہیں ستوار کرنے کے لئے فقہ وحدیث میں تطبیق پر زور دیا جس کا مقصد صرف یہ تھا کہ عامۃ المسلمین تعصب کی راہ چھوڑ کر اعتدال کی راہ اختیار کریں۔[62] آپ نے حنفی فقہ کے ساتھ ساتھ درسی طور پر شافعی فقہ کے مطالعہ کو ضروری قرار دیا جس کا مطلب یہ ہے کہ اس طریقہ سے ہر مذہب کا پیروکار ان اسباب وعلل سے واقف رہتا ہے جن کی روشنی میں امام نے اپنی رائے قائم کی۔ اس کے ساتھ دوسرے مجتہدین کے دلائل و براہین بھی اس کے سامنے آتے رہتے ہیں اس لئے قدرتی طور پر "جاہلی حمیت" کا زہر ان میں پیدا ہونے نہیں پاتا لیکن شاہ صاحب کے اس نظریے کو زیادہ مقبولیت حاصل نہ ہو سکی۔ یہی وجہ ہے شاہ ولی اللہؒ کے اپنے فرزند شاہ عبد العزیزؒ باوجود محدث ہونے کے فقہ حنفی پر کاربند رہے۔ جہاں تک شاہ صاحب کی اپنی ذات کا تعلق ہے آپ نے فقہی مسائل میں آئمہ اربعہ سے بھی اختلاف کیا ہے۔

اس نظریاتی بحث سے قطع نظر دونوں حضرات کے نظریات اُس دور میں روشنی کی کرن اور اہل بصیرت کے لئے مشعل راہ تھے جب سلطنت مغلیہ کے جاہ و جلال کا سورج غروب ہو رہا تھا۔ مسلم معاشرہ انحطاط و زوال کا شکار تھا۔ مسلمانوں پر غیر مذاہب کا اثر غالب تھا۔ عوام فرقہ وارانہ تعصب میں الجھے ہوئے تھے۔ سلاطین عیش و عشرت کو اپنا مقصد حیات سمجھتے تھے۔ امراء اپنی دولت سے ناجائز مراعات حاصل کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ مصاحبین خوشامد پسند تھے اور اوہام و مراسم کی پابندی نے مسلمانوں کے وجدان کو ماؤف کر دیا تھا۔ شاہ فخر الدینؒ اور شاہ ولی اللہؒ نے ان ناگفتہ بہ حالات کو سنبھالا دینے میں اپنی تمام عمر صرف کر دی۔ الغرض جہاں شاہ ولی اللہؒ احیائے شریعت اور دین اسلام کی حقیقی روح بیدار کرنے والے مرد کامل ہیں وہاں شاہ فخر الدینؒ بجا طور پر حقیقی تصوف اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ کو نئی زندگی بخشنے والے ہیں۔

---

[61] شاہ ولی اللہ، **عقد الجید**، مطبوعہ، ۸